اسلام کا قانون تعزیر

(۲)

تالیف : ڈاکٹر عبدالعزیز عامر
ترجمہ : سید معروف شاہ

وہ حالات جن میں بطور تعزیر سزائے موت دی جا سکتی ہے

جاسوسی، کند آلات کے ساتھ ارتکاب قتل، قوم لوط کا عمل، بدعت کی تبلیغ اور نشر و اشاعت، ایسے حالات ہیں جن میں بطور تعزیر سزائے موت کے جواز کے بارے میں فقہاء کے اقوال ملتے ہیں۔ ان جرائم کی سزاؤں کی اہمیت کے پیش نظر یہاں ہم ایک ایک کے بارے میں مفصل بحث کریں گے۔

۱۔ جاسوسی :

حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ جاسوس اگر مسلمان ہو تو اسے بطور تعزیر قتل نہ کیا جائے گا۔ شافعیہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔

حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو ایک مہم پر روانہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تم جاؤ یہاں تک کہ تم روضۂ خاخ تک جا پہنچو۔ کیونکہ وہاں ایک عورت ہے جس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے یہ خط لے لو،،۔ ہم چل پڑے۔ جب روضہ پہنچے تو وہاں عورت موجود تھی۔ ہم نے اس سے کہا: ''نکالو خط،، اس نے اپنی چٹیا سے خط نکالا۔ ہم خط لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس خط کا مضمون یہ ہے: ''از طرف حاطب بن ابو

ے

بمعہ بنام اہلیان مکہ،، ۔ خط میں اس نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض سرگرمیوں کی اطلاع دی تھی ۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کو بلا کر پوچھا : حاطب ! یہ کیا ہے ؟ انہوں نے عرض کیا : حضور میرے بارے میں آپ جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کریں ۔ حقیقت یہ ہے کہ مکہ میں میری کوئی برادری نہ تھی ۔ میں یہ چاھتا تھا کہ میں مکہ والوں کی ہمدردیاں حاصل کرلوں اور وہ وھاں میرے اقرباء کی حفاظت کریں ۔ میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں مرتد ھو گیا ھوں یا اسلام کا دشمن ھوں ۔ اس پر حضور نے فرمایا : ''درحقیقت یہ سچ کہتا ھے،، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : حضور ! اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں یہ منافق ھے ۔ آپ نے فرمایا : ''اس نے تو جنگ بدر میں حصہ لیا ھے،، ۔ سفیان بن عیینہ کہتے ھیں اسی واقعہ کے بعد سورہ ممتحنہ کی یہ آیت نازل ھوئی !

یا ایها الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق یخرجون الرسول و ایاکم ان تؤمنوا بالله ربکم إن کنتم خرجتم جهاداً فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیهم بالموده وأنا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعله منکم فقد ضل سواء السبیل ۔

''اے ایمان والو نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست تم ان کو پیغام بھیجتے ھو دوستی سے اور وہ منکر ھوئے ھیں اس سچے دین سے جو تمہارے پاس آیا ھے نکالتے ھیں رسول کو اور تم کو اس بات پر کہ تم مانتے ھو اللہ کو جو تمہارا رب ھے اگر تم محض میری رضا مندی کے لئے جہاد پر نکلے ھو ۔ تم ان کو دوستی کے پیغام چھپا کر بھیجتے ھو حالانکہ مجھے چھپا ھوا اور ظاھر سب کچھ معلوم ھے ۔ اور جو تم

میں سے یہ کام کرے گا وہ گویا سیدھی راہ سے بھٹک گیا،،۔ (ممتحنہ ۔۱)

یہی رائے امام مالک اور بعض حنابلہ مثلاً قاضی ابو یعلی کی ہے ۔(۱) بعض مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ قتل کے بجائے جاسوس کو کوڑوں اور طویل قید کی سزا دی جائے گی۔ نیز جہاں وہ رہتا ہو وہاں سے جلاوطنی کی سزا بھی دی جائے گی۔ بعض فقہاء نے یہ رائے دی ہے کہ اگر وہ عادی مجرم نہ ہو تو اسے سزائے موت نہیں دی جائے گی ۔(۲)

امام مالک فرماتے ہیں کہ مسلمان جاسوس اگر مسلمانوں کے خلاف کفار کے لئے جاسوسی کر رہا ہو تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ ایسے جاسوس کے بارے میں علامہ سحنون کہتے ہیں کہ جو مسلمان اهل حرب کو مسلمانوں کی اطلاعات فراہم کرے اسے سزائے موت دی جائے گی۔ اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ اور محاربین کی طرح اس کے ورثاء دیت کے حقدار بھی نہ ہوں گے ۔ بعض نے کہا ہے کہ اسے سزائے موت دی جائے گی الا یہ کہ وہ تائب ہو جائے یا وہ جہالت اور نادانستگی کا عذر پیش کردے ۔ بعض نے کہا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اگر وہ عادی مجرم ہو ۔(۳)

امام احمد کے بعض رفقاء بھی اس طرف گئے ہیں کہ مسلمان جاسوس کو سزائے موت دی جائے گی۔ مثلاً ابن عقیل وغیرہ۔(۴) یہ بحث تو مسلمان جاسوس کے بارے میں تھی۔ رہا غیر مسلم جاسوس تو اس کے بارے میں فقہاء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اسے بطور تعزیر قتل کیا جائے گا۔(۵)

میری رائے یہ ہے کہ مسلم جاسوس کو بطور تعزیر سزائے موت دی جا سکتی ہے ۔ کیونکہ جاسوسی ایک ایسا عظیم جرم ہے جس کے نتیجے میں کسی مملکت کا امن و سلامتی (بلکہ وجود تک) خطرے میں پڑ سکتا ہے ۔

نیز ایک مسلم کی جانب سے اسلامی حکومت کے خلاف جاسوسی کا ارتکاب بمقابلہ غیر مسلم شدید تر جرم ہے اور اس کے نفسیاتی اثرات بھی بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض حالات ایسے ہوں جن میں مسلم جاسوس کو سزائے موت دینا ہی مناسب ہو تاکہ اس کے شر و فساد کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا جا سکے، مملکت اس کی تخریب کاریوں سے ہمیشہ کے لئے مامون ہو جائے اور وہ دوسرے جاسوسوں کے لئے نمونہ عبرت بن جائے۔ رہا وہ واقعہ جو حضرت علی سے منقول ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا فیصلہ ہے جو بعض مخصوص حالات میں ایک خاص شخص کے خلاف کیا گیا تھا۔ کیونکہ حدیث میں اسے سزائے موت نہ دینے کی ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ بدر کی جنگ میں شریک ہوا ہے اور اس واقعہ کے بعد جو آیت نازل ہوئی ہے اس میں بھی فعل جاسوسی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس میں جرم جاسوسی کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی (اگر ہوتی تو وہ حد بن جاتی) بلکہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص جاسوسی کا ارتکاب کرے وہ گمراہ ہے اور جادۂ مستقیم سے ہٹ گیا ہے۔ اس آیت میں بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے جو اسلامی ریاست کی مقننہ کے اس اختیار کو سلب کرتی ہو کہ وہ جاسوس کے لئے سزائے موت تجویز نہیں کر سکتی۔

۲- کند اور بھاری آلے سے قتل کا ارتکاب اور اس کے احکام:

قتل کی یہ قسم امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل شبہ عمد میں شامل ہے۔ لہذا ان کے نزدیک اس میں قصاص واجب نہیں ہے، اگرچہ وہ حکام وقت کو اس کے بارے میں یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ بطور مصلحت اسے تعزیری سزا دے کر قتل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ اس میں فی الواقعہ مصلحت ہو۔ البتہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعیؒ کی رائے میں قتل کی یہ قسم بھی

قتل عمد میں داخل ہے اور ان کے نزدیک اس میں بھی قصاص واجب ہے ۔(۶)
یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی ہے ۔(۷)

کند اور بھاری آلے کے ساتھ قتل کی مثال یوں ہے کہ قتل میں کوئی بہت بڑا پتھر یا بھاری لکڑی استعمال کی گئی ہو۔

امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی اپنی رائے پر جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں ۔ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطاناً (الاسراء ۳۳) ''اور جو شخص قتل کر دیا گیا درآنحالیکہ وہ مظلوم ہو تو ہم نے اس کے ولی کو اس کا مختار بنا دیا ہے،،۔ یہاں ''سلطان،، سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنا قصاص لے سکتا ہے ۔ اور جو شخص کند بھاری آلے سے قتل ہوا ہو وہ بہر حال مظلوم ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ صاف حکم ہے ''کتب علیکم القصاص فی القتلی،، ۔ ''تم پر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا ہے،، ۔ (بقرہ ۱۷۸) بڑے پتھر اور بھاری لکڑی کو قتل کے لئے اسی طرح استعمال کیا جاتا ہے جس طرح تلوار اور دوسرے آلات قتل کو استعمال کیا جاتا ہےاور یہ ایسے آلات میں شامل ہیں جو انسانی جسم سے روح نکالدیں ۔ لہذا ان کے ساتھ قتل، قتل عمد ہی ہوگا ۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بطور قصاص قتل کردیا تھا جس نے دوسری عورت کو خیمے کے بانس کے ساتھ قتل کیا تھا جو بطور ستون اس میں لگایا جاتا ہے اور جسے ''مسطح،، کہتے ہیں ۔(۸) نیز حضور سے حضرت انسؓ یہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک یہودی کو سزائے موت دی ۔ جرم یہ تھا کہ اس نے ایک لڑکی کو ایک پتھر مار کر اس لئے قتل کردیا تھا کہ وہ اس سے اس کے زیورات چھین لے ۔ اسے حضور نے یوں سزائے موت دی کہ اس کے سر کو دو بڑے پتھروں کے درمیان پھوڑ دیا ۔(۹)

امام ابو حنیفہ اپنے مسلک پر اس حدیث سے استدلال کرتے ھیں جس میں حضور نے فرمایا : ''خطائے عمد کا مقتول وہ شخص ھے جو کوڑے ڈنڈے یا پتھر سے مارا جائے اور اس میں دیت مغلظہ واجب ھے،،۔ اس حدیث میں لفظ ''عصا،، (ڈنڈا) اور حجر (پتھر) چونکہ مطلق ھیں اس لئے ان کے مفہوم میں چھوٹے اور بڑے دونوں ھی شامل ھوں گے ۔ یہی حکم ھے ایسے آلات کا جو تیز دھار نہ رکھتے ھوں اور ایسے دوسرے آلات جو عادۃً قتل کے لئے تیار نہ کئے گئے ھوں۔ کیونکہ ارادہ ایک داخلی امر ھے اور اس کے ثبوت کے لئے دلیل چاھئے ۔ اور دلیل وہ آلہ ھوگا جو قتل کے لئے استعمال ھوتا ھے ۔ اگر قتل کے ارتکاب میں کوئی ایسا آلہ استعمال کیا گیا ھو جو بالعموم قتل کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ھو تو اس صورت میں ارادۂ قتل کا پایا جانا مشکوک ھوگا ۔(۱۰)

فریق اول نے کند اور بھاری آلات سے واقع قتل پر وجوب قصاص کے لئے جو حدیث پیش کی اس کے متعلق امام ابو حنیفہ فرماتے ھیں کہ اسی روایت کو عبید بن فضیلہ نے مغیرہ ابن شعبہ سے یوں نقل کیا ھے کہ ''دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو خیمے کے ستون سے مارا اور وہ مرگئی ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی دیت اس کے اھل عصبہ دیں اور اس کے پیٹ میں جو بچہ فوت ھوگیا تھا اس کے بارے میں ایک غلام بطور تاوان ادا کرنے کا حکم دیا،،۔ اس روایت سے یہ صاف ظاھر ھو جاتا ھے کہ فریق اول (امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی وغیرہ) نے جو روایت نقل کی ھے وہ صحیح نہیں ھے،، کیونکہ قصاص والی روایت حمل بن مالک سے مروی ھے جیسا کہ ان حضرات نے اسے نقل کیا ھے حالانکہ حمل بن مالک

ہے مشہور روایت وہ ہے جو اس نے ابن مسیب اور ابو سلمہ کے واسطہ سے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے : ''ھذیل قبیلہ کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں ایک نے دوسری کو پتھر سے مارا جس سے وہ عورت اور اس کے پیٹ میں بچہ دونوں ہی مرگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ آیا۔ آپ نے بچے کے تاوان کے طور پر ایک غلام یا لونڈی ادا کرنے کا حکم دیا اور عورت کے اہل عاقلہ پر دیت عائد کی۔ اور حکم دیا کہ عورت کا بچہ اس کا وارث تصور ہوگا،،۔ اس پر حمل بن مالک ابن نابغہ ھذیلی نے کہا : ''حضور میں ایک ایسے شخص کا تاوان کیسے دوں جس نے نہ کچھ کھایا، نہ پیا اور نہ ہی بات کی اور نہ آواز دی،،(۱۱)۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''یہ تو کاھنوں کا بھائی ہے،،۔ اگر یہ روایت درست ہے تو پھر اس مشہور روایت کی موجودگی میں فریق اول کی نقل کردہ روایت صحیح نہیں ہوسکتی۔(۱۲) رہی یہودی والی حدیث تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ڈاکو ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈاکو کے مماثل قرار دیا ہو کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوا تھا لہذا اس صورت میں اس کا قتل کیا جانا بطور حد ہوگا۔(۱۳) یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور نے اسے بطور تعزیر یہ عبرت ناک سزا دی ہو کیونکہ حکومت وقت کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایسے مجرموں کو بطور مصلحت عبرت ناک سزا دے۔(۱۴)

۳۔ گلا گھونٹ کر قتل کرنا :

فقہائے کرام کے درمیان گلا گھونٹ کر قتل کرنے والے کے بارے میں ویسا ہی اختلاف رائے پایا جاتا ہے جیسا کہ کند اور بھاری آلے سے قتل کرنے والے کے بارے میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اس میں قصاص واجب نہیں سمجھتے اگرچہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ جرم کسی سے بار بار

سرزد ہو تو ایسے شخص کے شر و فساد سے بچنے کے لئے اسے قتل کردینا بطور تعزیر جائز ہے ۔ تاکہ ریاست اس کے مفاسد سے پاک ہو۔(۱۵) اس کے برعکس امام محمد اور امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے قتل پر قصاص واجب ہے ۔ یہی رائے امام شافعی کی ہے اور یہی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے پیروکاروں سے منقول ہے ۔ کیونکہ یہ قتل عمد ہے ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کند اور بھاری آلات سے قتل اور اس جیسے دوسرے جرائم میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ اس میں قصاص واجب سمجھتے ہیں کیونکہ یہ جرم ان کے نزدیک قتل عمد میں داخل ہے ۔ البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان میں قصاص واجب نہیں ہے اگرچہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ امام وقت ایسے شخص کو بطور تعزیر سزائے موت دے سکتا ہے، اگر وہ اس جرم کا ارتکاب بار بار کرے اور ایسے مجرم کے شر و فساد سے معاشرہ کو بچانا مطلوب ہو۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ایسے جرائم میں مجرم کی نیت کا اعتبار ہونا ہے ۔ جہاں ارادہ قتل ثابت ہوجائے قصاص واجب ہوگا۔ لہذا جمہور فقہاء کا مذہب اس مسئلہ میں قوی معلوم ہوتا ہے ۔ نیز کند آلات اور ایسے ہی مذکور بالا دوسرے اسباب سے قتل بالعموم واقع ہو جاتا ہے ۔

۴ ۔ فعل خلاف وضع فطری :

امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے درمیان اس کی سزا کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ صاحبین کے نزدیک وہ بھی زنا ہے اور اس کے ارتکاب پر ان کے نزدیک حد زنا واجب ہے ۔ جب کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ زنا سے جدا ایک مستقل جرم ہے اور اس کے لئے کوئی مقرر سزا (حد) نہیں ہے ۔ لہذا ان کے نزدیک اس فعل کے مرتکب کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ امام

ابو حنیفہ کے نزدیک اس بات کا جواز ہے کہ بعض اوقات بطور مصلحت یہ سزا سزائے موت تک بھی پہنچ سکتی ہے ۔ بالخصوص ایسے مجرموں کے لئے جو اس فعل بد کے عادی ہو چکے ہوں اور ان کے فساد اخلاق کا سوائے موت کے اور کوئی مداوی نہ رہا ہو۔

صاحبین نے اپنی رائے پر کئی دلائل دیئے ہیں :

۱ ۔ یہ جرم لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے زنا ہے لہذا اس کے ارتکاب پر حد زنا واجب ہوگا۔ لفظاً یوں کہ زنا پر فحش کاری کا اطلاق ہوتا ہے اور اس فعل پر بھی فحش کاری کا اطلاق ہوا ہے۔ قوم لوط کو فرمایا گیا اتأتون الفا حشة ما سبقکم بها من أحد من العالمین (عنکبوت ۲۸) ''تم ایسی فحش کاری کا ارتکاب کرتے ہو۔ حالانکہ تم سے پہلے اہل جہاں میں سے کسی نے اس کا ارتکاب نہیں کیا،، ۔

معنوی اعتبار سے بھی یہ دونوں ایک ہیں ۔ زنا کی تعریف یہ ہے: ''کوئی شخص کسی دوسرے کے فرج میں اپنے فرج کو داخل کرے درآنحالیکہ یہ فعل اس کے لئے جائز نہ ہو اور یہ فعل بغیر شک و شبہہ کے ہو اور مقصد شہوت رانی ہو،، ۔ اور یہ مفہوم بتمامہ فعل خلاف وضع فطری میں موجود ہے۔ کیونکہ شریعت کی رو سے دونوں جانب (قبل اور دبر) فرج کہلاتے ہیں ۔ لہذا دونوں حالات میں از روئے نص حد واجب ہوگی۔ محل کا اختلاف اس طرح ہوگا جس طرح جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے نام مختلف ہوتے ہیں ۔ حد زنا ابتداءً حضرت ماعز کے واقعہ میں واجب ہوئی لیکن دوسرے ایسے مجرمین پر حد کا نفاذ از روئے قیاس نہ ہوگا بلکہ از روئے نص ہوگا ۔ چنانچہ نص قرآنی میں اگرچہ زنا کا ارتکاب جانب قبل سے بتایا گیا ہے لیکن معنوی لحاظ سے وہ تمام جوالب کو شامل ہوگا ۔ چونکہ دونوں جانب سے ارتکاب فحش کاری

میں معنوی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا فعل خلاف وضع فطری پر مزائے موت منصوص طور پر ہوگی قیاساً نہ ہوگی۔

۲ - نیز صحابہ کے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسے مجرموں کی جان بخشی نہ ہوگی۔ البتہ ان کے درمیان اگر اختلاف ہے تو اس بات میں ہے کہ ایسے مجرموں کو سزائے موت سخت سے سخت کس طرح دی جائے۔ لہذا صحابہ کرام کے قول کے متفق علیہ حصہ ہی کو لیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ نے بھی اپنے مذہب پر کئی دلائل دئے ہیں۔

۱ - وہ کہتے ہیں ،یہ جرم زنا نہیں ہے۔ نہ ہی لفظ زنا اور فعل خلاف وضع فطری ایک دوسرے کے مفہوم کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ لہذا کسی پر حد تب ہی واجب ہوگی کہ اس فعل پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہو جس کے لئے حد واجب ہوئی ہے۔ مثلاً حد سرقہ کا نفاذ ،''مختلس،، یعنی اچک لینے والے یا ''منتہب،، یعنی لوٹنے والے پر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ان دونوں کے لئے چوری کے لفظ یعنی سرقہ کا استعمال نہیں ہوتا۔ وہ کہتے ہیں اگر فعل بد کے لئے کہیں لفظ زنا استعمال ہوا بھی ہے تو وہ بطور مجاز ہوا ہے حقیقی مفہوم کے طور پر نہیں ہوا ہے۔ رہا یہ کہ قرآن مجید میں اس جرم کے لئے فاحشہ کا لفظ استعمال ہوا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں تمام کبیرہ گناہوں کے لئے ''فواحش،، کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن ''تم فواحش کے قریب نہ جاؤ۔ چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ،،۔ (انعام ۱۵۱)

اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر ہے کہ معنوی اعتبار سے یہ جرم زنا سے کم درجے کا ہے۔ کیونکہ اس جرم میں دوسرے فریق کے ساتھ

اس فعل کا ارتکاب از روئے فطرت ممنوع ہے ۔ لہذا از روئے فطرت بھی ایک انسان اس فعل سے ابا کرتا ہے ۔ پھر یہ کہ حد زنا کی مشروعیت کی حکمت یہ ہے کہ فعل جماع کے نتائج میں پاکزگی پیدا ہو اور کوئی بچہ ایسا نہ ہو جس کا والد اور مربی معلوم نہ ہو۔ کیونکہ لاوارث بچہ پورے معاشرے کے لئے فساد کا سبب بن سکتا ہے ۔ اس حقیقت کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ فرمایا ہے ۔ ''اور پھر زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ ان تینوں میں سے زیادہ برا ہے،، ۔ اور ظاہر ہے کہ فعل بد میں یہ صورت حال نہیں ہوتی ۔

۲ ۔ صحابہ کرام کے درمیان اس جرم کی سزا کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کی رائے یہ ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے دونوں فریقوں کو آگ میں جلایا جائے ۔(۱۶) حضرت ابن عباس رض کی رائے یہ ہے کہ ایسے مجرم کو اس آبادی کی کسی اونچی جگہ سے گرایا جائے اور اوپر سے اس پر پتھر بھی گرائے جائیں کیونکہ قوم لوط کو یہ سزا دی گئی تھی جعلنا عالیها سافلها و اسطرنا علیها حجارۃ ''ہم نے ان پر زمین الٹ دی اور پتھروں کی بارش کر دی،، (ھود : ۸۲) یہ آیت حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی ۔ یہ جرم اس قوم میں عام تھا ۔ حضرت ابن زبیر فرماتے ہیں کہ اس جرم کے مرتکبین کو گندہ ترین جگہ میں قید کیا جائے گا تاکہ وہ گندگی کی وجہ سے مر جائیں ۔ امام ابو حنیفہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کے نزدیک علی الاتفاق یہ جرم زنا نہیں تھا ۔ کیونکہ صحابہ کو زنا کی سزا اچھی طرح معلوم تھی ۔ اس کے باوجود صحابہ کرام نے اس کی سزا کے بارے میں مختلف طریقے تجویز کئے ۔ اگر وہ سمجھتے کہ اس جرم پر حد زنا واجب ہے تو وہ ہرگز نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد نہ

کرتے - لہذا صحابہ کرام کے درمیان اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ وہ اس جرم کو زنا سے علیحدہ جرم خیال کرتے تھے - امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک جرم ہے - لیکن اس کے لئے کوئی مقررہ سزا (حد) نہیں ہے - لہذا اس میں تعزیری سزا واجب ہوگی اور اس کی تعیین کو امام وقت پر چھوڑ دیا جائے گا -(۱۷) یہ سزا سزائے موت تک بھی پہنچ سکتی ہے اگر مجرم ارتکاب جرم کا عادی ہو چکا ہو۔ رہی وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ ''فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو،، اور جس سے امام شافعی بھی ایک قول کے مطابق، استدلال کرتے ہیں تو اس میں جس سزا کا ذکر ہے وہ بطور مصلحت ہے - کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بطور تعزیر سزائے موت دی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس میں مصلحت ہو - مثلاً اس صورت میں جبکہ وہ عادی مجرم بن گیا ہو -(۱۸)

امام مالک کا خیال ہے کہ جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرے اسے بقدر جرم تادیب کی جائے - لیکن مالکیہ کے نزدیک راجح امام مالک کا یہ قول ہے : ''فاعل اور مفعول بہ دونوں کو سزائے رجم دی جائے،، - امام مالک فرماتے ہیں کہ انھوں نے یہ حکم ابن شہاب سے سنا ہے - اس رائے پر بطور سند یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے : '' اعلی و اسفل دونوں کو رجم کرو،، ابن حبیب نے کہا ہے کہ اس جرم کے مرتکبین کے لئے سزائے رجم ہے - اگرچہ مجرم غیر محصن ہی کیوں نہ ہوں - کیونکہ اللہ تعالی نے اس جرم کے ارتکاب پر قوم لوط کو یہی سزا دی تھی - اور یہ سزا محصن اور غیر محصن دونوں کے لئے تھی - لہذا اس جرم کی سزا رجم ہی ہوگی -(۱۹)

اسی طرح امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے کہ اس جرم کے مرتکب کو رجم کیا جائے گا -(۲۰)

امام شافعی فرماتے ھیں کہ جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرے اس پر حد واجب ھے ۔ اور حد میں پھر ان سے دو روایتیں ھیں ۔ ایک یہ کہ اس جرم میں وھی سزا ھے جو زنا میں ھے ۔ کیونکہ حدیث میں آیا ھے ! ''اگر مرد مرد سے شہوت رانی کرے تو وہ دونوں زانی ھیں اور اگر عورت عورت سے شہوت رانی کرے تو وہ بھی زانی ھیں'' یہی شوافع کا مشہور مذھب ھے ۔ دوسری روایت یہ ھے کہ اس جرم کے فریقین یعنی فاعل اور مفعول دونوں کا قتل واجب ھے ۔ کیونکہ حدیث میں آتا ھے ''جو شخص قوم لوط کے فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے پکڑا جائے تو تمہارا فرض ھے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو'' ۔ کیونکہ اس جرم کی حرمت میں زیادہ تاکید کی گئی ھے ۔ رھی سزائے قتل کی کیفیت تو بعض فقہاء کا خیال ھے کہ تلوار سے قتل کردیا جائے اور بعض دوسرے فقہاء کا خیال ھے کہ ان لوگوں کو بھی زنا کے مجرم کی طرح رجم کیا جانا چاھئے ۔(۲۱)

میں امام ابوحنیفہ کی رائے کو ترجیح دیتا ھوں ۔ کیونکہ عمل قوم لوط ھر اعتبار سے زنا نہیں ھے ۔ پھر اس کے لئے از روئے شریعت بھی کوئی مقرر سزا تجویز نہیں کی گئی ۔ اس کی بڑی دلیل یہ ھے کہ اس جرم کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ھے ۔ اگر شارع کی جانب سے اس کی کوئی متعین سزا (حد) ھوتی تو وہ ھرگز اس میں اختلاف رائے نہ فرماتے ۔ لہذا مقننہ کو یہ اختیار حاصل ھوگا کہ وہ اس جرم کے لئے اس کے حسب حال مناسب سزا تجویز کرے ۔ سزا ایسی ھو جو عبرت آموز ھو اور اس خطرناک جرم کے لئے موزوں ھو ۔ تاکہ لوگ اس سزا کو دیکھ کر اس جرم کے ارتکاب سے باز آجائیں ۔ یہ سزا بعض اوقات سزائے موت بھی ھو سکتی ھے ، جب کہ اس کے بغیر مجرم اس کے ارتکاب سے باز نہ آتا ھو ، اور نہ ھی معاشرہ

کے دوسرے افراد سزائے موت کے سوا عبرت حاصل کر سکتے ہوں۔

۵ - لوگوں کو بدعات کی طرف بلانا :

بعض بدعات ایسی ہوتی ہیں جو حد کفر تک پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے داعی اور قبول کرنے والے ارتداد کے حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسے افراد کو سزائے موت دی جائے گی۔ مگر یہ سزا بطور حد ہوگی۔ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لیکن بعض بدعات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا مرتکب حد کفر تک نہیں پہنچتا۔ لہذا ان کا ارتکاب کرنے والوں کو سزائے تعزیر دی جائے گی۔ جو مختلف حالات میں مختلف ہو سکتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا داعی بدعت اور مبتدع کو دی جانے والی سزا، سزائے موت تک پہنچ سکتی ہے ؟

ابن عابدین اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ ہر ایسی بدعت پر تعزیری سزا واجب ہے جس کا مرتکب حد ارتداد تک نہ پہنچ چکا ہو۔ یہ سزا ایسی ہو کہ وہ اس جرم سے باز آجائے۔ اگر ایسا مجرم جسمانی سزا یا سزائے قید کے بغیر ارتکاب جرم سے باز نہ آتا ہو تو اسے جسمانی سزا بھی دی جا سکتی ہے اور اسے قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر پھر بھی ایسا مجرم باز نہ آئے تو ایسے افراد کے سر براہ اور داعی کو بطور مصلحت اور عبرت آموزی، سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہو۔ مبتدع اگر ایسا ہو جو اپنی بدعت کی نشر و اشاعت کرتا ہو اور اسے پھیلاتا ہو تو اگرچہ بدعت حد کفر تک نہ پہنچتی ہو حکومت کے لئے جائز ہے کہ وہ مصلحت اور عبرت آموزی کے لئے اسے سزائے موت دے۔ کیونکہ اگر ایسے شخص کی بدعت موثر ہو رہی ہو تو وہ ''فساد عمومی،، بن جاتی ہے۔ بدعت اگر حد کفر تک پہنچ

جائے تو تمام اهل بدعت کا قتل جائز هو جاتا هے۔ اور اگر کفر تک نه پهنچی هو تو اس صورت میں اهل بدعت کے صدر طائفه کو بطور عبرت آموزی سزائے موت دی جانی چاهئے ۔(۲۲)

مالکیه کہتے هیں :(۲۳) ایسا داعی بدعت جو ملت اسلامیه میں افتراق پیدا کر رها هو اسے موقع دیا جائے گا که وه توبه کر لے ۔ اگر وه باز نه آئے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہی رائے بعض شوافع نے بھی اختیار کی هے ۔ مثلاً جہمیه (۲۴) اور قدریه کے بارے میں ۔

امام احمد بن حنبل فرماتے هیں که ایسے مبتدع کو سزائے قید دی جائے گی جو لوگوں کو بدعت کی طرف بلاتا هو یہاں تک که وه اس جرم کے ارتکاب سے باز آجائے ۔ البته ان سے جہمیه کے داعی مبتدعین کے قتل کر دینے کی ایک روایت بھی منقول هے ۔ تاکه لوگ ان لوگوں کے شر و فساد سے محفوظ رهیں ۔

کشاف القناع میں هے که داعی مبتدع کو سزائے موت دی جائے گی اور یه رائے امام مالک کے مسلک کے مطابق هے ۔(۲۵)

اس بحث کے نتیجه میں یه حقیقت سامنے آتی هے که جمہور فقہاء کے نزدیک دین میں جو لوگ بدعات کے داعی هیں ان کی تعزیری سزا میں سزائے موت تک اضافه هو سکتا هے ۔ بشرطیکه سزائے موت کے بغیر ان کی شرارت اور فساد سے عوام اور ان کے دین کو بچایا جانا ممکن نه هو۔ اور داعی بدعت ایک عضو فاسد کی شکل اختیار کر گیا هو اور معاشره کو اس کے فساد سے پاک کرنا ضروری هوگیا هو۔ اور اس بات کی ضرورت هو که لوگوں کے دین و ایمان کو بچانے کے لئے عبرت آموز سزا دی جائے ۔

تعزیری سزائے موت کے بارے میں اقوال فقہاء کا خلاصہ :

اس سے قبل جو بحث کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بطور تعزیر سزائے موت حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ مماثل جرائم میں سزائے موت مقرر ہو، مجرم بار بار اس جرم کا ارتکاب کر رہا ہو، اور مجرم کے شر و فساد سے معاشرہ کو سوائے سزائے موت کے کسی اور طریقہ سے نہ بچایا جا سکتا ہو۔ اسی طرح دوسرے جرائم جن سے معاشرہ میں فساد پھیلتا ہو اور سوائے سزائے موت کے کسی اور طریقے سے اصلاح احوال ممکن نہ ہو۔ یا کسی شخص سے بار بار فساد کا ارتکاب ہو رہا ہو اور مقرر سزائیں اسے روک نہ سکیں۔

حنابلہ میں سے ابن تیمیہ اور ابن قیم بھی اس طرف گئے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک تو بطور تعزیر سزائے موت ایک مسلم امر ہے۔ امام مالک مبتدع داعی بدعت کے لئے سزائے موت کے قائل ہیں، کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہے۔ اسی طرف بعض شوافع بھی گئے ہیں۔ امام شافعی مسلمان جاسوس کے قتل کے بھی قائل ہیں۔

ان اقوال کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمہور فقہاء بطور مصلحت تعزیری سزائے موت کے قائل ہیں اگرچہ ان میں سے بعض اسے بہت ہی وسعت دیتے ہیں۔ اور بعض محدود رکھتے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں :

میری رائے یہ ہے کہ بطور تعزیر سزائے موت دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حدود و قصاص کے بعض جرائم میں سزائے موت نہ دینا، ان اغراض و مقاصد کے مطابق نہیں ہے جو شارع نے نظام سزا دہی وضع کرنے کے لئے تجویز کئے ہیں۔ نہ یہ عقل و منطق کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ معاشرہ میں بعض ایسے

جرائم موجود ھیں جو اپنی خطرناکی کے لحاظ سے حدود و قصاص کے ان جرائم سے شدید تر ھیں، جن میں سزائے موت دی جاتی ھے۔ نیز معاشرہ میں بعض ایسے مجرم بھی پائے جاتے ھیں جو جرائم کے رسیا ھو چکے ھوتے ھیں۔ ان کا نفس ارتکاب جرم کرکے خوش ھوتا ھے۔ وہ سخت سے سخت سزاؤں کے باوجود خطرناک جرائم کا ارتکاب کرتے ھیں۔ لہذا اس بات کی ضرورت ھے کہ ایسے لوگوں کے لئے قانون میں بطور تعزیر سزائے موت کی گنجائش ھو تاکہ معاشرہ کو ان کے وجود سے پاک کیا جا سکے اور لوگوں کو ان کی اذیت سے بچایا جا سکے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جا سکتا ھے کہ جو جرائم کسی مملکت کی داخلی اور خارجی سلامتی کے ساتھ تعلق رکھتے ھوں ان میں سزائے موت ضروری ھے۔ یا مثلاً قتل کے جرائم۔ امن و امان کے خلاف جرائم۔ دین و نظریہ کے خلاف جرائم۔ لہذا مقننہ کو یہ اختیار ھونا چاھئے کہ وہ خطرناک جرائم یا خطرناک مجرمین کے لئے سزائے موت تجویز کرے۔ جن کی تطہیر و اصلاح سوائے سزائے موت کے اور کسی تدبیر سے نہ ھو۔

اس کا مطلب یہ نہیں ھے کہ اس معاملہ میں انتظامیہ کو لامحدود اختیارات حاصل ھیں اور وہ یہ انتہائی سزا جس طرح چاھے نافذ کر سکتی ھے۔ بلکہ انتظامیہ کے اختیارات اس سلسلے میں محدود ھیں۔ اختیارات کی یہ تحدید جرائم کے اعتبار سے بھی ھے اور مجرمین کے اعتبار سے بھی۔ اس سزا کا نفاذ صرف اسی دائرہ میں ھوگا جس میں اسے اسلامی شریعت نے محدود کیا ھے اور پھر انہی مقاصد کے لئے ھوگا جن کی نشاندھی شریعت نے کی ھے۔ لہذا یہ سزا صرف انہی جرائم پر دی جائے گی جن کے نتیجہ میں انسانی جان تلف ھو۔ اسلامی نظریہ حیات پر حملہ ھو یا مملکت اسلامی کے بقا و امن کے لئے کوئی داخلی یا خارجی خطرہ موجود ھو۔ پھر صرف انہی مجرمین کو یہ سزا دی جائے گی جو

بار بار اس جرم کا ارتکاب کریں اور مقررہ سزاؤں کے نفاذ سے ان پر کچھ اثر نہ ہو۔ نیز بطور تعزیر سزائے موت کا مقصد صرف یہ ہو کہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں اور معاشرہ شر و فساد سے پاک ہو۔

اگر ان حدود و قیود کا لحاظ رکھا جائے تو پھر بطور تعزیر سزائے موت کا اجرا کہیں شاذ و نادر ہی ہوا کرے گا، یعنی بطور حد و قصاص سزائے موت کے علاوہ۔

اس بحث کے نتیجہ میں ہم اس حقیقت پر پہنچتے ہیں کہ اسلامی مقنن نے میانہ روی اختیار کی ہے۔ اسلامی قانون میں سزائے موت کی گنجائش رکھی گئی ہے کیونکہ سزائے موت جرائم کے ختم کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اور صرف اسی کے ڈر سے معاشرہ جرائم سے پاک ہو سکتا ہے۔ لیکن اسلامی شریعت نے محدود جرائم کے لئے سزائے موت تجویز کی ہے۔ اس کا نفاذ محدود طور پر انتہائی ضروری حالات میں ہوتا ہے۔ اسلامی نظام میں جان کو انتہائی حرمت دی گئی ہے لہذا اسلامی قانون میں ایک انسان کو بچانے کی انتہائی کوشش کی جاتی ہے۔

آلہ قصاص:

بطور قصاص سزائے موت کا نفاذ فقہاء کے نزدیک صرف تلوار کے ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: قصاص کا اجراء صرف تلوار سے ہوگا،، ۔(۲۶) اور تلوار اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سزا کا نفاذ بسہولت ہوتا ہے اور مجرم کو اذیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے مثلہ بنایا جاتا ہے۔ تلوار کے ساتھ مجرم کا مرنا یقینی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تلوار کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ کند نہ ہو۔ اور نہ ہی زہر آلود ہو (۲۷) اگر تلوار کو آلہ نفاذ سزا کے طور پر اختیار کرنے کی غرض یہی ہے جو اوپر ذکر ہوئی

تو پھر قصاص کے نفاذ کے دوسرے طریقے بھی استعمال کئے جا سکتے ھیں بشرطیکہ ان سے وہ مقصد حاصل ھوتا ھو جو تلوار سے حاصل ھوتا ھے جب کہ قرآن کریم نے نفاذ قصاص کے لئے کوئی مخصوص طریقہ تجویز نہیں کیا ھے ۔ اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ھے ۔(۲۸)

بطور تعزیر سزائے موت کا آلہ :

رھی سزائے موت بطور تعزیر تو اس کے نفاذ کے لئے اس کے قائلین نے کوئی متعین طریقہ تجویز نہیں کیا ۔(۲۹) علامہ ابن فرحون تبصرة الحکام میں منکر صلوۃ کو سزائے موت دینے پر کلام کرتے ھوئے لکھتے ھیں کہ بظاھر اس کو بذریعہ تلوار سزائے موت دی جائے گی ۔ الزناتی کہتے ھیں کہ جو شخص اقرار ایمان کے بعد نماز پڑھنے سے رک جاتا ھے اسے قتل کیا جائے گا ۔ مگر نفاذ سزا کے سلسلہ میں بہت تیزی سے اس کی گردن نہ اڑائی جائے گی ۔ جیسا کہ دوسرے مجرمین قصاص کے معاملہ میں حکم ھے ۔ اس سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ فقہاء کے نزدیک سزائے موت بطور تعزیر کا نفاذ تلوار کے ذریعہ قتل کر دینا ھی متعارف تھا ۔ کیونکہ جس کے بارے میں تعزیر سزائے موت کا حکم ھوتا ھے وہ بھی ان ھی مجرمین کے زمرے میں داخل ھوجاتا ھے جو قتل کے مستوجب ھوتے ھیں ۔

میرے خیال میں سزائے موت ھر اس طریقے سے دی جا سکتی ھے جس میں مجرم کی جان اسی سہولت سے لی جا سکے جس طرح تیز تلوار سے ، جلد اور سہولت سے موت بھی واقع ھوجائے اور مجرم کو نہ مثلہ بنایا جائے اور نہ ھی ایسی صورت ھو کہ جس کے ذریعہ سرے سے موت ھی واقع نہ ھو ۔ غرض یہ مقصد تلوار اور سر کاٹنے سے بھی حاصل ھو سکتا ھے اور سولی، برقی کرسی یا ایسے

ھی دوسرے طریقوں کو بھی استعمال میں لایا جا سکتا ھے - جب یہ ثابت ھو گیا کہ تعزیری سزائے موت کی صورت میں شارع کی جانب سے کوئی صورت تنفیذ سزا متعین نہیں ھے تو مقننہ کو یہ اختیار حاصل ھو جاتا ھے کہ وہ ایسی سزا کے نفاذ کے متعلق کوئی بھی صورت متعین کردے اور یہ صورت مختلف ادوار میں مختلف ھو سکتی ھے - اس معاملے میں جدید سے جدید اسالیب نفاذ سزا کو کام میں لایا جا سکتا ھے - جس سے اصل مقصد یعنی نفاذ سزا بطریق نص حاصل ھو سکے -

حواشی

۱ - السیاسة الشرعیة، ابن تیمیه ص ۴۵

۲ - تبصرۃالحکام، ابن فرحون، ج ۲ ص ۱۳۸، طبع اول ۱۳۰۱ھ

۳ - تبصرہ الحکام، ابن فرحون ج ۲ ص ۱۳۸، ۲۰۶ - السیاسة الشرعیة ص ۴۵ - الحسبة فی الاسلام ابن تیمیه ص ۴۰

۴ - الحسبة فی الاسلام ص ۴۰ - السیاسة الشرعیة ص ۵۲ - کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۴ ص ۷۶

۵ - الخراج، ابو یوسف، ص ۱۱۷، الحسبة فی الاسلام، ابن تیمیه ص ۴۰ - السیاسة الشرعیة، ابن تیمیه ص ۵۲ - تبصرۃ الحکام، ج ۲ ص ۱۲۸

۶ - الکاسانی ج ۷ ص ۲۳۳ - تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی ج ۶، ص ۱۰۰ و ۱۰۱ - السرخسی ج ۲۶ ص ۱۲۲ اور اس کے بعد - الاحکام السلطانیہ - الماوردی ۲۲۱ - المھذب الشیرازی - ج ۲ ص ۱۷۶، ۱۷۷ - نیز اس سے پہلے اس مقالے میں بھی اس کا ذکر ھو چکا ہے

۷ - تبصرۃ الحکام، ابن فرحون، بر حاشیۂ فتح العلی مالک ج ۲ ص ۳۲۵ - بدایة المجتهد و نهایة المقتصد، ابن رشد ج ۲ ص ۳۳۲، ۳۳۳ - السیاسیة الشرعیة، ابن تیمیه ص ۶۹ طبع اول ۱۳۲۲ھ - المغنی ابن قدامه ج ۹ ص ۳۲۱ اور اس کے بعد

۸ - تبیین الحقائق شرح الکنز زیلعی ج ۶ ص ۱۰۰ - ۱۰۱

۹ - السرخسی ج ۱۶ ص ۱۲۲

۱۰ - تبیین الحقائق شرح الکنز، امام زیلعی ج ۶ ص ۱۰۰ - ۱۰۱

۱۱ - کیف اغرم من لا شرب ولا اکل - ولا نطق ولا اسھل - یہ الفاظ کاھنوں جیسے مسجع ھیں - اس لئے حضور نے اسے کاھنوں کا بھائی کہا

۱۲ - تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی ج ۶ ص ۱۰۰ - ۱۰۱ - النھایة - ابن اثیر ج ۳ ص ۴۸ طبع اول مطبع خیریه

۱۳ - تبیین الحقائق، شرح الکنز، زیلعی - ج ٦ ص ۱۰۰-۱۰۱

۱۴ - السرخسی ج ۲٦ ص ۱۲۲

۱۵ - دررالحکام ج ۲ ص ۹۳ - السرخسی ج ۲٦ ص ۱۰۲ - ۱۰۳ - بلند مقام سے گرانے، دریا میں غرق کر دینے کا حکم بھی یہی ہے - دیکھئے الکاسانی ج ۷ ص ۲۳۳

۱٦ - المغنی ج ۱۰ ص ۱٦۱ - اس میں لکھتے ھیں "حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ آپ نے عمل قوم لوط کا ارتکاب کرنے والے کو جلانے کا حکم دیا - ان کے دور میں بعض عرب کے علاقوں میں ایک ایسا شخص پایا گیا جو عورتوں کی طرح مردوں سے زنا شوئی کا تعلق قائم کرتا تھا - حضرت خالد بن ولید نے اس کی اطلاع حضرت ابوبکر صدیق کو دی - آپ نے صحابہ کرام سے اس سلسلے میں مشاورت کی - اس مشاورت میں سب سے سخت رائے انہی کی تھی یعنی اسے آگ میں جلا دیا جائے یہی رائے منظور ہوئی - حضرت ابو بکر نے خالد کو لکھا کہ اسے جلا دیا جائے - انھوں نے اس کی تعمیل کی"

۱۷ - السرخسی ج ۹ ص ۷۷-۷۹ - تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۳ - ص ۱۸۰ - ۱۸۱ - الکاسانی ج ۷ ص ۳۴

۱۸ - الجامع الصغیر فی الفقه، امام محمد - جو امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کے حاشیه پر طبع ہوئی ہے - ص ٦٦ - تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۳ ص ۱۸۱ - السرخسی ج ۹ ص ۷۷ - ۷۹ - لکھتے ھیں: "یه ایک ایسا جرم ہے جس کے لئے شریعت میں کوئی مقرر سزا نہیں ہے - لہذا اس میں یقیناً تعزیر واجب ہوگی - اس سے آگے جو سزا ہے وہ امام وقت کی رائے اور مصلحت پر موقوف ہے - اگر وہ کسی سزا میں مصلحت سمجھے تو وہ اسے نافذ کر سکتا ہے - السیاسة الشرعیة - ابن تیمیه - ص ٥٥ - لکھتے ھیں: "امام ابو حنیفه کا خیال که اگر مجرم کوئی ایسا گناہ بتکرار کرے جس کے مماثل گناھوں میں سزائے موت مشروع ہو تو اس میں سزائے موت بطور تعزیر دی جا سکتی ہے - مثلاً عمل قوم لوط، لوگوں کو مال حاصل کرنے کے لئے اغوا کرنا - وغیرہ"

۱۹ - تبصرۃ الحکام، ابن فرحون، ج ۲ ص ۱۷۷، طبع اول ۱۳۰۱ھ

۲۰ - المغنی ج ۱۰ ص ۱٦۰ - ۱٦۱

۲۱ - الاحکام السلطانیه، الماوردی ص ۲۱۲ - المھذب، الشیرازی ج ۲ ص ۲٦۸ السرخسی ج ۹ ص ۷۷ - ۷۹

۲۲ - حاشیه ابن عابدین ج ۳ ص ۳۰٦

۲۳ - تبصرۃ الحکام، ابن فرحون ج ۲ ص ۱۹۱ - ۲۰۱

۲۴ - جھمیه، جھم بن صفوان کے پیروکار ھیں - اس کے مبتدعانه خیالات کی ابتدا ترمذ سے ہوئی - اسے سالم بن احوذ مازنی نے مرو میں قتل کیا - یه بنی امیه کے دور حکومت کے آخری زمانے کی بات ہے - وہ معتزله کی طرح صفات ازلیه کا منکر تھا - اس کے علاوہ بھی اس کے متعدد عقائد قابل گرفت تھے - مثلاً وہ اس بات کے قائل تھے که اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے متصف نہیں کیا جا سکتا جن سے مخلوق متصف ہوتی ہے - کیونکه اس سے تشبیه ثابت ہوتی ہے - لہذا وہ حیات و علم کی صفات کا منکر، قدرت، فعل اور خالقیت کا قائل تھا - وہ اس کا بھی قائل تھا که جنت و جہنم میں دخول کے بعد یه دونوں اپنے اھالی کے ساتھ نیست و نابود ہو جائیں گے - وہ کہتا تھا ایمان کے اجزاء نہیں ہو سکتے لہذا عقیدہ، اقرار اور عمل اس کے اجزاء نہیں ہو سکتے -

اهل ایمان کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دی جا سکتی لہذا بحیثیت ایمان امت اور انبیاء میں کوئی فرق و امتیاز نہ ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے الملل والنحل، الشہرستانی۔ یہ کتاب کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل کے حاشیہ پر طبع شدہ ہے۔ جو ابن حزم کی تصنیف ہے۔ دیکھئے ج ۱ ص ۱۰۹ - ۱۱۲ - طبع ادبیہ مصر، ۱۳۱۷ھ۔ تاریخ الجدل، شیخ محمد ابو زہرہ۔ طبع ۱۹۳۴ء

۲۵۔ کشاف القناع عن متن الاقناع ج ۳، ص ۵۷ طبع اول ۱۹۱۹ء۔ الحسبة فی الاسلام، ابن تیمیہ ص ۴۳ - ۳۰۔ السیاسة الشرعیة، ابن تیمیہ ص ۵۵

۲۶۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کی رائے یہ ہے کہ قصاص تب پورا ہوگا جب اس کا اجراء بذریعہ تلوار ہو۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کی رائے یہ ہے کہ سزائے قصاص صرف اسی شکل میں جاری ہوگی جس شکل میں مجرم نے جرم کا ارتکاب کیا ہو بشرطیکہ قتل ایک ایسے فعل کے ذریعہ ہو جو بذات خود ایک جائز فعل ہو، اگر مجرم اس فعل سے نہ مرے تو پھر اس کے بعد اس کی گردن اڑادی جائے گی۔ اگر مجرم نے جرم کا ارتکاب کسی ایسے فعل کے ذریعہ کیا ہو جو بذات خود جائز ہی نہ ہو مثلاً مجرم نے کسی کو شراب پلا کر قتل کردیا ہو تو اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور راجح قول یہ ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ اور ایسے اس طریقے سے سزائے موت نہ دی جائے گی جو طریقہ اس نے ارتکاب جرم کے لئے استعمال کیا تھا کیونکہ وہ طریقہ جائز ہی نہیں ہے

فریق دوئم یہودی والی حدیث سے استدلال کرتا ہے جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ نیز وہ آیت وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعو قبتم "تو اگر تم سزا دو تو تم بھی انہیں ایسی ہی سزا دو جو تمہیں دی گئی ہے،، اس رائے پر عمل کیا جائے تو اس صورت میں قصاص مکمل طور پر نافذ ہوگا۔ جرم و سزا میں مکمل یکسانیت ہوگی۔

فریق اول نے بھی اپنے مسلک پر کئی دلائل پیش کئے ہیں۔ ایک تو وہی حدیث ہے: "قصاص تلوار ہی کے ذریعہ ہوگا،، مطلب یہ ہے کہ قصاص پورے کا پورا لیا جائے گا۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ قصاص صرف اس صورت میں ہوگا جہاں مجرم کسی کو تلوار سے قتل کرے۔ دوسری کسی صورت میں نہ ہوگا۔ اس لئے کہ قصاص قتل بالسیف کے علاوہ دوسرے قتلوں میں بھی ہوگا مثلاً آگ میں جلانا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ قصاص میں مجرم کا قتل واجب ہوتا ہے لہذا اس کی تعمیل اسی طرح ہوگی جس طرح قتل مرتد میں قتل بالسیف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی مستحق قتل ہو جائے تو اس استحقاق کی تکمیل تب ہوگی جب وہ متعین طریقے سے قتل ہو۔ نیز قتل بالمثل میں بعض صورتوں میں مقتول کو مثلہ کیا جانا ہوگا یا ایسے اذیت دینی ہوگی اور ان چیزوں کی حضور نے ممانعت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "اللہ تعالی نے ہر چیز پر احسان فرض فرمایا ہے۔ اگر تم کسی کو قتل بھی کرو تو اسے اچھے طریقے سے قتل کرو اگر کسی چیز کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ تمہیں چاہئے کہ چھری کو تیز کرو اور ذبیحہ کو آرام سے لٹاؤ،، ۔ یہ حکم اس بارے میں ہے کہ قتل میں اچھا رویہ اختیار کرو۔ جن مویشیوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے ان کو بھی نرمی سے ذبح کرو۔ اگر جانور کے لئے یہ حکم ہے تو انسان کے لئے بطریق اولی یہ ہوگا۔ مزید یہ کہ اگر مجرم کی سزا میں وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اس نے جرم کے ارتکاب میں اختیار کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ اس عمل سے

اس کی موت واقع نہ ہو۔ اور اسے پھر قتل ہی کرنا پڑے تو اس صورت میں اس پر زیادتی ہوگی اور مثلہ کرنا ہوگا۔ رہی یہودی والی حدیث تو ہو سکتا ہے کہ وہ منسوخ ہو۔ یا آپ نے اسے فساد فی الارض کا مجرم قرار دیا ہو جس میں امام کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اسے مجرموں کو سزا دے بالخصوص، اس حقیقت کے پیش نظر کہ یہودی کا اس قتل سے مقصد مال لینا تھا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ یہ قتل لڑکی کے زیورات کے حصول کے لئے تھا۔ قطاع الطریق کا جرم بھی اخذ مال کے لئے ہوتا ہے۔ اور امام وقت جس طرح چاہے انہیں قتل کر سکتا ہے۔ نیز یہودی کو بطور قصاص، قتل نہ کیا گیا تھا کیونکہ وہ صرف لڑکی کے کہنے کے مطابق قتل کیا گیا تھا۔ بلکہ وہ فساد فی الارض کے جرم میں مشہور تھا۔ رہی آیت تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرح زیادتی نہ ہو۔ ابن عباس اور ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب حضرت حمزہ قتل ہوئے اور ان کا مثلہ کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اگر ہمیں فتح ہوئی تو میں ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر تم سزا دو تو تم بھی ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں دی گئی ہے . . . ۔ اس پر حضور نے فرمایا بلکہ ہم صبر کریں گے،، اور حضور نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

(دیکھئے : الکاسانی ج ۷ ص، ۲۲۵ - تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی ج ۶ ص، ۱۰۶ طبع اول ۱۳۱۵ھ - السرخسی ج ۲۶ ص، ۱۲۵ - ۱۲۶ - المغنی ج ۹ ص، ۳۸۱ اور اس کے بعد - الشرح الکبیر ص، ۴۰۰ اور اس کے بعد طبع اول ۱۳۴۸ھ)

۲۷ - المغنی - ابن قدامہ - ج ۹ ص، ۳۹۲ - الشرح الکبیر ص، ۳۸۷ اور اس کے بعد

۲۸ - القصاص، شلتوت ج اول ص، ۱۶۶ - ۱۶۸ مطبع العلوم قاہرہ - ۱۳۱۵ھ ۱۹۳۱ء مجلس فتوی ازہر یونیورسٹی نے فتوی دیا ہے کہ از روئے شریعت بجلی کی کرسی یا آلہ گردن زدنی (Guillotine) یا ایسے ہی دوسرے آلات سے سزائے موت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ آلہ ایسا ہو جس سے موت جلدی واقع ہو۔ سہولت ہو اور بالعموم ایسا ہو کہ اس سے انسان بچ نہ سکے۔ اور ایسا بھی نہ ہو کہ اس سے مجرم مثلہ بن جاتا ہو یا اسے غیر ضروری اذیت ملتی ہو۔ آلہ گردن زدنی (Guillotine) کا استعمال تو اس لئے جائز ہے کہ وہ بھی تلوار کی طرح ایک تیز دھاری والا آلہ ہے۔ اور برقی کرسی کا استعمال اس لئے جائز ہے کہ اس سے موت بالعموم واقع ہو جاتی ہے۔ اس میں مجرم کا مثلہ بھی نہیں بنتا اور جلدی اور سرعت کے ساتھ سزا کا نفاذ ہوجاتا ہے اور اس میں مجرم کو کوئی غیر ضروری اذیت نہیں پہنچتی۔

۲۹ - دیکھئے مباحث- بھاری آلات سے قتل، عمل قوم لوط، جاسوسی، حضور نے یہودی کو دو پتھروں کے درمیان اس کا سر پھوڑ کر قتل کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمل قوم لوط کے مرتکب کو جلانے کا حکم دیا۔ اور اس کے بارے میں حضرت ابن عباس کا فتوی یہ تھا کہ اسے گاؤں کے بلند ترین جگہ سے گرایا جائے۔ حضرت ابن زبیر فرماتے تھے کہ اسے غلیظ ترین جگہ میں قید کیا جائے حتی کہ وہ اس غلاظت کی وجہ سے مر جائے۔ امام ابو یوسف جاسوس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی گردن اڑادی جائے۔